شاہ محمد جعفر پھلواروی

کیا جہیز دینا سُنّت ہے؟

اسلام نے عورتوں کو جتنے حقوق دیئے ہیں، ان سے زیادہ حقوق آج تک کسی مذہب، کسی قوم اور کسی مملکت نے اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہیں دیئے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ عملی زندگی میں مسلمان قوم نے ان حقوق کا بڑا حصہ سلب کر لیا ہے اور دوسری طرف جن قوموں کے مذاہب نے عورتوں کو برائے نام حقوق دیئے تھے ان قوموں نے عورتوں کو عملاً بہت کچھ حقوق دے دیئے ہیں یا دے رہے ہیں۔ تارکِ مذہب مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، لیکن اسی ترکِ مذہب سے مسلمان نیچے آگرے اور غیر مسلم آسمانِ عروج پر پہنچ گئے۔

ایک لگن کے دو ہیں اثر اور دونوں حسبِ مراتب ہیں
لو جو لگائے شمع کھڑی ہے، رقص میں ہے پروانہ بھی

ترکِ مذہب کے یہ دونوں اثرات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اِدھر ترکِ اسلام کے نتیجے میں رسومِ کفر کی پیروی ہو رہی ہے اور اُدھر ترکِ کفر کے ساتھ ساتھ اسلامی اصول کو اپنایا جا رہا ہے ؎

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

اس کی مثال میں ہندو دھرم اور اسلامی دین کی صرف ایک بات کو پیش کرنا کافی ہے۔ ہندو دھرم میں دختر کے لیے وراثت میں کوئی حصہ نہیں اس لیے وہ اس کی تلافی یوں کر لیتے ہیں کہ جب بیٹی کی شادی کرتے ہیں تو جتنا کچھ اسے دے سکتے ہیں جہیز کے نام سے دے دیتے ہیں۔ مسلمان بھی یہی کچھ ان کی دیکھا دیکھی کرنے لگے ــــ بہت سے خاندانوں میں بیٹی کو ترکہ نہیں ملتا۔ سارے مسلمان ایسا نہیں کرتے لیکن دوسرے حصے پر سب عمل کرتے ہیں یعنی بیاہتے ہوئے اسے جہیز دینا اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا اس کے بغیر شادی ہی مکمل نہیں ہوتی۔

ذرا یہ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ہندو اپنے دھرمی اصول کو ترک کر رہے ہیں اور اس ترک کے خلا کو اسلامی اصولوں سے پُر کر رہے ہیں۔ یعنی اب دختر کو ترکہ دلوا رہے ہیں اور جہیز کے لیے قانوناً ایک حد مقرر کر دی گئی ہے اور اس کے بالمقابل مسلمانوں نے یہ کیا کہ ہندو اصول پر جمے ہوئے ہیں۔ جہاں قانون مجبور کر دے وہاں ترکہ تو دے دیتے ہیں لیکن جہیز کو ایسی لازمی شرطِ ازدواج قرار دے رکھا ہے کہ اس کی فکر میں مرتے رہتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اہلِ جاہلیت کی طرح بیٹی کی ولادت کو اپنے لیے ایک بڑی مصیبت تصور کرتے ہیں۔

یہاں تک تو خیر کچھ غنیمت تھا اس لیے کہ مسلمانوں کو جب بھی یہ احساس ہوگا کہ جہیز محض ہندوؤں کی ایک رسم ہے

تو وہ اسے ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن غضب تو یہ ہوا کہ انہوں نے اسے سنّتِ رسولؐ بھی قرار دیدیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سنّت کے بغیر دین مکمل نہ ہو تو ازدواج بھی بغیر سنّتِ جہیز کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ پھر سب سے زیادہ دلچسپ استدلال جہیز کے سنّت ہونے پر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ زہراؓ کو جہیز دیا تھا جس میں بان کی چارپائی، چکّی، مٹی کے گھڑے، فیل دندان کے کنگن، چاندی کا ہار، مشکیزے اور اذخر سے بھری ہوئی توشک تھی۔ گویا مقدمات کی ترتیب یوں ہوتی کہ . . . . حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو فلاں فلاں چیزیں جہیز میں دیں لہٰذا جہیز دینا سنّت ٹھہرا۔ اور سنّت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا لہٰذا جہیز کے بغیر ازدواج مکمل نہیں ہو گا۔ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ! کہ ایک غیر اسلامی اور خالص ہندوانہ رسم کس طرح رواج پا گئی۔

مہر کی تصریح

اب ذرا ہماری معروضات کو بھی بغور سُن لیجئے۔ آپ کے سامنے خدا کی کتاب کھلی ہے۔ احادیث کے دفتر موجود ہیں۔ ہر مشرب کی کتب فقہ رکھی ہوئی ہیں۔ آپ کو ہر ایک جگہ مہر کی تصریح ملے گی۔ قرآن نے اسے فریضہ، صدقات اور اجر کہا ہے۔ احادیث میں اسے صداق اور مہر بھی کہا گیا ہے۔ فقہ میں اس کے مستقل ابواب موجود ہیں اور ہر جگہ اسے ایک واجب الادا فرض بتایا گیا ہے حتیٰ کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ:

"جو شخص ایک عورت سے کسی مہر پر نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا تو اس کا شمار زانیوں میں ہے۔"

اور قرآن میں تو بار بار اس کی تاکید آئی ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ سب کا ذکر یہاں مقصود نہیں عرض یہ کرنا ہے کہ مہر کے سارے احکام قرآن میں، حدیثوں میں، اور فقہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں، لیکن جو چیز آپ کو کہیں بھی نہیں ملے گی وہ ہے جہیز کا ذکر ——— قرآن اس کے ذکر سے قطعاً خالی ہے۔ احادیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ حتیٰ کہ فقہ میں کہیں کوئی باب الجہیز موجود نہیں۔ اب خود ہی اس سوال کو حل کیجئے کہ یہ جہیز سنّت کیسے بن گیا؟

پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ حضورؐ کی اور بھی تین صاحبزادیاں تھیں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ۔ لیکن کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا کہ حضورؐ نے زینبؓ کو یہ یہ چیزیں جہیز میں دیں۔ یا رقیہؓ وام کلثومؓ کو جہیز دیا جس میں فلاں فلاں چیزیں تھیں۔ اسے بھی جانے دیجئے۔ حضورؐ کے شرفِ زوجیت میں کتنی امہات مومنینؓ آئیں لیکن آپ نے کہیں یہ بھی پڑھا ہے کہ عائشہؓ کے جہیز میں یہ یہ چیزیں تھیں؟ یا حفصہؓ وسودہؓ یا دوسری ازواج النبیؐ فلاں فلاں چیزیں اپنے ساتھ جہیز میں لائی تھیں؟ چلیئے جانے دیجئے۔ دوسرے بے شمار صحابہؓ نے بھی شادیاں فرمائیں لیکن کتنوں کے متعلق آپ نے کبھی یہ ذکر پڑھا ہے کہ ان کی ازواج "سنّتِ رسولؐ" کے مطابق اپنے ساتھ جہیز لائی تھیں؟ پھر ذرا عقل پر زور دے کر سوچئے کہ آخر یہ سنّتِ رسولؐ کی کونسی قسم ہے جو ازدواج فاطمہؓ کے سوا اور کہیں بھی نظر نہیں آتی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حقیقت کچھ اور ہو اور ہم نے

فرض کرلیا ہو کچھ اور؟ ہاں یقیناً یہی بات ہے آیئے ذرا اس پر غور کریں۔

حقیقتِ احوال

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حضورؐ نے وہ چیزیں (جن کا اوپر ذکر ہوا) جناب فاطمہؓ کو دیں لیکن کیا یہ وہی چیز تھی جسے ہم عرفِ عام میں "جہیز" کہتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ جہیز کی اصطلاح سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر یہ کیا تھا؟ اسی مسئلے پر اس وقت غور کرنا ہے۔ ذرا توجہ سے کام لے کر حقیقتِ حال پر غور فرمایئے۔

حضورؐ جناب فاطمہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے کفیل و سرپرست تھے اس لیے دونوں کے ازدواج کا اہتمام بھی حضورؐ ہی کو کرنا تھا۔ جناب علیؓ کا کوئی الگ گھر نہ تھا۔ حضورؐ کو ایک الگ گھر بسانا تھا اس لیے اس کا انتظام بھی حضورؐ ہی فرما رہے تھے۔ گھرداری کے انتظام کے لیے جو کچھ مختصر سا اہتمام حضورؐ نے مناسب سمجھا کر دیا۔ سونے کو چارپائی اور اذخر گھاس بھری تو شک اور تکیہ، مشکیزے، گھڑے، چکی، رہا چاندی کا ہار تو وہ یوں بھی حضرت فاطمہؓ ہی کا تھا جو آپ کو سیدہ خدیجہؓ کے ترکے میں ملا تھا۔ یہ سارا انتظام حضورؐ کو اس لیے کرنا پڑا کہ آپؐ کو ایک الگ گھر بسانا تھا۔ اگر حضرت علیؓ کا پہلے سے کوئی الگ گھر ہوتا تو حضورؐ اتنا کچھ بھی نہ کرتے۔

حضرت ابوالعاصؓ کا گھر پہلے سے موجود تھا اس لیے سیدہ زینبؓ کو بیاہنے کے لیے حضورؐ نے ایسا کوئی انتظام نہ کیا۔ سیدنا عثمانؓ کا الگ گھر بھی پہلے سے موجود تھا اس لیے سیّدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کو بیاہنے میں حضورؐ کو ایسے کسی اہتمام کی ضرورت نہ پڑی۔ اسی طرح حضورؐ کی زوجیت میں جو امہاتِ مومنینؓ آئیں ان کے والدین کو بھی ایسے کسی انتظام کی حاجت نہ تھی۔ لیکن سیدنا علیؓ کی حیثیت ان سب سے مختلف تھی۔ اب تک وہ حضورؐ کے ساتھ ہی رہتے تھے اور جب ازدواج فاطمہؓ ہوا تو سارا اہتمام ازسرِنو کرنا پڑا۔ سیدنا علیؓ کے پاس کوئی الگ گھر نہ تھا۔ ایک انصاری حارثہ بن نعمانؓ نے اپنا ایک گھر حضورؐ کی خدمت میں، اسی مقصد کے لیے بخوشی پیش کر دیا جس میں یہ پاکیزہ نیا جوڑا منتقل ہوگیا۔ اور گھرداری کے فقیرانہ اسباب وہاں بھیج دیئے گئے۔ یہ جہیز نہ تھا۔ صرف ایک نیا انتظامِ خانہ داری تھا۔ اگر جہیز ہوتا تو حضورؐ اپنی ہر بیٹی کو اسی طرح جہیز دیتے اور ہر اُمّ المومنینؓ بھی اپنے ساتھ حضورؐ کے ہاں جہیز لاتیں۔

یہ ہے اصل حقیقت جسے "جہیز" کا نام دے دیا گیا ہے اور اس کو سنت رسولؐ سمجھ لیا گیا ہے۔

اس کے جہیز نہ ہونے کی ایک اور دلیل بھی سن لیجئے۔ جناب خدیجہؓ کے متروکات کے سوا دوسری چیزیں حضورؐ نے کہاں سے مہیا فرمائی تھیں؟ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل چیز ہے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے حق مہر پہلے ہی لے لیا تھا۔ یہ ایک خطبیہ زرہ تھی جو حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سوا سو روپے کی رقم (تقریباً پانچ سو درہم) میں فروخت کی تھی۔ یہی مہر کی رقم حضرت علیؓ حضورؐ کی خدمت میں لے کر آئے اور اسی رقم سے حضورؐ نے گھرداری کا سارا سامان اور کچھ خوشبو وغیرہ منگوائی تھی۔ ذرا سوچئے کیا جہیز کی یہی صورت ہوتی ہے؟ اگر لوگ فی الواقع جہیز کو سنت سمجھتے

ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اسے زرِ مہر ہی سے مہیا بھی کریں۔

غلط فہمی کی ابتدار

اب آیئے ذرا اس پر بھی غور کریں کہ جہیز کی یہ غلط فہمی کیسے پیدا ہوئی؟ بات یوں چلی کہ بیہقی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ:۔

جَهَّزَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فی خمیل الخ — حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کے لیے فلاں فلاں چیزیں مہیا فرمائیں۔

یہاں جَهَّزَ کے معنی کسی دور میں "جہیز دینا" کر لئے گئے اور یہ غلطی چل پڑی۔ رفتہ رفتہ اس پر اس غلط فہمی کے دبیز پردے پڑتے گئے۔ یہاں تک کہ آخر کار لوگوں نے جہیز کو سنتِ رسولؐ بنا چھوڑا۔

جَهَّزَ تَجْهِيْزًا کے معنی ہیں سامان تیار کرنا، مہیا کرنا، خواہ وہ کسی مسافر کے لیے ہو یا کسی دلہن کے لیے یا کسی میت کے لئے۔ سورۂ یوسفؑ میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ..... — جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

یہاں کون یہ ترجمہ کر سکتا ہے کہ "جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو جہیز دیا؟" ہم جب "میت کی تجہیز" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے "جہیز" کون مراد لیتا ہے؟

یہی شکل دلہن کی ہوتی ہے۔ کوئی والدین اپنی بیٹی کو شادی کے بعد گھر سے اس طرح رخصت نہیں کرتے کہ اس کے کپڑے بھی اتروا لیں۔ پدری اور مادری محبت کچھ نہ کچھ ساتھ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے اور یہ سلسلہ صرف رخصتی کے وقت تک ہی محدود نہیں رہتا۔ والدین ساری عمر اپنی استطاعت و توفیق کے مطابق اسے دیتے رہتے ہیں لیکن یہ معروف جہیز نہیں ہوتا۔ وہ عرصۂ دراز تک کسی مجبوری کی وجہ سے اس کی شادی نہ کر سکیں جب بھی اسے کچھ نہ کچھ دیتے ہی رہتے ہیں لیکن اسے جہیز تو نہیں کہتے۔

پس حضورؐ نے ایک الگ گھر بسانے کے لیے جو کچھ بھی جناب فاطمہؓ کو دیا اس کو "جہیز" سمجھنا ایک ایسی غلطی ہے جس کے حق میں کوئی معقول دلیل نظر نہیں آتی۔ حضورؐ نے کبھی کسی موقعے پر بھی والدین کو اپنی بیٹی بیاہنے کے لیے جہیز دینے کا حکم دیا نہ کوئی ترغیب دی۔ سنتِ نبویؐ میں تو یہ اصطلاح ہی کبھی نہیں رہی۔ یہ سارے پھندے ہم نے خود اپنی گردن میں ڈال کر اپنے لیے مشکلات پیدا کر لی ہیں جن سے سوشل زندگی اجیرن ہو گئی ہے اور شادی بیاہ کی آسانیاں مصیبتوں کے پہاڑ میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ جو سہولتیں ہیں وہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے ہیں اور جو دشواریاں اور مشکلات ہیں وہ خود ہماری اپنی لائی ہوئی ہیں۔ جہیز کی فکر میں گھل گھل کر مرنا اور اس فکر کی وجہ سے دختروں کو ایک مصیبت سمجھنا کوئی اسلامی شعار نہیں۔ یہ صرف برادرانِ وطن کی کورانہ پیروی ہے جسے اب وہ خود چھوڑ رہے ہیں اور ہم ہنوز اس سے نہ فقط چمٹے ہوئے ہیں بلکہ غضب یہ ہے کہ اسے سنتِ رسولؐ اور لازمۂ ازدواج بھی سمجھے ہوئے ہیں؛

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

تمثیلات

ہندوستان میں صوبۂ بہار کے مسلمانوں میں اب تک یہ ہندوانہ رسم باقی ہے جسے "تلک" کہتے ہیں۔ تلک کا مفہوم یہ ہے کہ گویا لڑکے کی تجارت ہوتی ہے۔ لڑکا لڑکی والوں سے یہ کہتا ہے کہ تم جہیز میں فلاں فلاں چیزیں دو یا اتنی رقم دو تو میں تمہاری لڑکی سے شادی کروں گا اور بے چارے مسلمان اس خیال سے کہ کب تک لڑکی کو بٹھائے رہیں گے اس کی شرطیں منظور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ خطبۂ نکاح میں تو ہر جگہ یہی پڑھا جاتا ہے کہ النکاح سنتی ومن رغب عن سنتی فلیس منی (نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ میری جماعت میں نہیں)، لیکن اتباعِ سنت کا یہ انداز بھی قابلِ داد ہے کہ ساتھ ہی ساتھ "تلک" کی شرط کو بھی منظور کر لیتے ہیں اور جہیز کی "مفروضہ سنت" کو بھی لازمۂ ازدواج تصور کرتے ہیں۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب فروع پر زور دیا جائے تو اصول کی طرف سے بے توجہی ہو جاتی ہے۔ جب غیر ضروری شے کو لازمی تصور کر لیا جائے تو ضروری چیز کی گرفت ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ایک غیر ضروری چیز جہیز کو لازمۂ ازدواج یقین کر لیا تو مہر جیسی ضروری شے محض ایک بے جان، بے اثر اور ناقابلِ توجہ رسم بن کر رہ گئی۔ جہاں جہاں جہیز پر زور دیا جاتا ہے وہاں آپ دیکھ لیں کہ مہر کی کیا گت بنتی ہے۔ صوبۂ بہار میں عام طور پر کم از کم چالیس ہزار روپیہ مع "دو دینار سرخ" دینِ مہر رکھا جاتا۔ خواہ دولہا چالیس روپے کی بھی سکت نہ رکھتا ہو۔ ایسے مواقع پر دولہا دلہن، نکاح خواں، گواہ، حاضرین، سسرال والے اور میکے والے سب جانتے ہیں کہ یہ زرِ مہر ساری عمر کبھی بھی ادا نہیں ہوگا۔ لیکن نکاح بڑے ٹھاٹھ سے ہوتا ہے۔ نکاح خواں پوچھتا ہے کہ .... قبول کیا؟ دولہا جواب دیتا ہے .... جی قبول کیا۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے کذب کو سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ غیر ضروری چیز پر زور دینے کا نتیجہ کیا نکلا۔ ضروری غیر ضروری بن گیا۔ چونکہ وہاں مہر کبھی ادا نہیں ہوتا اس لیے وہاں اصطلاح میں مہر کو کہتے ہی ہیں دینِ مہر یعنی کبھی نہ اترنے والا قرض۔

سابق صوبہ پنجاب میں اس نے ایک دوسری شکل اختیار کر لی۔ یعنی مہر صرف بتیس روپے قرار پائے اور اس کا نام "مہرِ شرعی" رکھ دیا گیا یعنی اگر اس سے کم زیادہ ہوا تو وہ غیر شرعی مہر ہوگا۔ حالانکہ مہر کا معاملہ صرف اس قدر ہے کہ شوہر آسانی سے ادا کر سکے اور بیوی کے وقار (STATUS) سے گرا ہوا نہ ہو۔ یہ ایک روپے سے لے کر ایک کروڑ روپے تک بھی ہو سکتا ہے۔

یہ سب نتائج ہیں جہیز کی ہندوانہ رسم کو ضروری سنت قرار دینے کے۔ جب جہیز ضروری ٹھہرا تو مہر خود بخود غیر ضروری یا غیر متوازن ہو گیا۔ جہیز کو لازمۂ ازدواج سمجھنے سے مسلمان قوم کے معاشی توازن میں جو بگاڑ پیدا ہوا وہ

الگ ہے۔ ہم نے کتنے خاندانوں کو اسی چکّر میں مٹتے اور تباہ ہوتے بھی دیکھا ہے۔ وہ محض جہیز کی غیر ضروری رسم پوری کرنے کے لیے سودی قرضہ لیتے ہیں، اپنی جائدادیں رہن رکھ دیتے ہیں جو کبھی واگذار نہیں ہوتیں۔ ادھر مہر کی بڑی رقمیں ادا نہیں ہوتیں اور اِدھر جائداد پر لیا ہوا قرضہ کبھی ادا نہیں ہوتا اور شادی بیاہ کا فرض قرض کے چکّر میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس غیر ضروری رسم کو کسی نہ کسی طرح بے جان کر دیا جائے۔

مطبوعاتِ بزمِ اقبال و مجلسِ ترقی ادب

مجلہ اقبال سہ ماہی۔ مدیر:۔ ایم۔ ایم شریف۔ بشیر احمد ڈار۔ سالانہ دس روپے۔

صحیفہ سہ ماہی۔ مدیر:۔ سید عابد علی عابد۔ سالانہ دس روپے۔

میٹا فزکس آف پرشیا۔	مصنفہ علامہ اقبال	۵ — ۰ — ۰
امیج آف دی ویسٹ ان اقبال۔	مصنفہ مظہر الدین صدیقی	۲ — ۰ — ۰
اقبال اینڈ والنٹرزم۔	مصنفہ بشیر احمد ڈار	۴ — ۰ — ۰
فکرِ اقبال۔	مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۱۰ — ۰ — ۰
ذکرِ اقبال۔	مصنفہ مولانا عبدالمجید سالک	۵ — ۰ — ۰
اسلام اور تحریکِ تجدّد مصر میں۔	مترجمہ عبدالمجید سالک	۵ — ۰ — ۰
نفسیاتِ وارداتِ روحانی۔	مترجمہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۱۰ — ۰ — ۰
غیب و شہود۔	مترجمہ سید نذیر نیازی	۳ — ۴ — ۰
حکمتِ قرآن۔	مترجمہ صوفی مصطفےٰ تبسم	۱ — ۰ — ۰
جمالیاتِ قرآن کی روشنی میں۔	مرتبہ بشیر احمد	۴ — ۰ — ۰
فلسفۂ شریعتِ اسلام۔	مترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	۵ — ۰ — ۰
نظامِ معاشرہ اور اسلام۔	مترجمہ عبدالمجید سالک و عزیز	۴ — ۰ — ۰
سائنس سب کے لیے۔	مترجمہ آفتاب حسن	۲۰ — ۰ — ۰
تاریخِ اقوامِ عالم۔	مرتبہ مرتضےٰ احمد خاں	۱۰ — ۰ — ۰

ملنے کا پتہ: سکریٹری بزمِ اقبال و مجلسِ ترقی ادب۔ نرسنگداس گارڈن۔ لاہور